نصاب تعلیم میں تفسیر کی اہمیت

مولانا انور بدخشانی
استاذ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کی اصلاح اور ایمان کی حفاظت کے لئے ایک نصاب اور منہج ذکر فرمایا، پھر اس منہج یا نصاب کو کامیاب بنانے کا طریقہ بھی بتایا اور تیسرے مرحلہ میں اس منہج کے پڑھانے کی غرض وغایت واضح کردیا۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ سورۂ آل عمران میں تبارک وتعالیٰ نے پہلے ارشاد فرمایا:

"یا أیها الذین آمنوا إن تطیعوا فریقا من الذین أوتوا الکتاب یردو کم بعد إیمانکم کافرین"

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اگر تم کہا مانو گے بعضے اہل کتاب کا تو پھر کردیں گے وہ تم کو ایمان لانے کے بعد کافر۔''

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم نے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی باتیں مان لیں اور ان کی اطاعت کرلی (جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے) تو وہ تمہیں ایمان کی روشنی سے نکال کر کفر کی گمراہ کن سرحد تک پہنچادیں گے۔ یہاں قرآن کریم نے ایک عظیم خطرہ کی طرف اشارہ کیا کہ مسلمانوں کے ایمان کو اگر خطرہ ہے تو وہ یہود ونصاریٰ سے ہے۔ پھر آگے اس خطرہ سے بچنے کا طریقہ بھی بتایا، وہ یہ کہ قرآن کریم نے ایک خاص نصاب کی طرف اشارہ کیا کہ اگر مسلمان اس نصاب یا منہج کو نافذ کریں تو وہ اس خطرہ سے بچ سکیں گے، وہ نصاب سورۂ آل عمران کی گزشتہ آیت کے فوراً بعد ہے، جو یہ ہے:

"وکیف تکفرون وانتم تتلیٰ علیکم آیات اللّٰہ وفیکم رسوله ومن یعتصم باللہ فقدُ هدِيَ إلی صراط مستقیم"

ترجمہ: ''اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو اور تم پر پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے، اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو تو اس کی ہدایت ہوئی سیدھے راستہ کی۔''

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم کس طرح کافر اور گمراہ ہوگے؟ جبکہ تم میں قرآنی آیات کی تدریس اور اللہ تبارک وتعالیٰ

کی وحدانیت کے دلائل اور دین اسلام کے براہین واضح تلاوت وتعلیم کے ذریعہ جاری ونافذ ہوں، اور نیز رسول اللہ کی سنت مبارکہ اور احادیث نبویہ کی تعلیم بھی جاری ہو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کی اساس یہی دو چیزیں (کتاب وسنت) ہیں، اور جو بھی اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لے تو وہ راہ راست پر ہوگا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ امت کو کفر و ضلالت سے بچانے کے لئے قرآن کریم کی تعلیم کی اشد ضرورت ہے، اور یہ امت کے مسلمان گھرانوں کو گمراہی سے بچاسکتا ہے، یہ تو اس قرآنی منہج کا پہلا جز ہے۔

دوسرا جز اس کا تعلیم سنت نبویہ اور احادیث شریفہ میں ہیں، جیسا کہ " وفیکم رسولہ " سے معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ تو واضح اور ظاہر بات ہے کہ: " وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد أفائن مت فهم الخلدون "، نیز آیت مبارکہ: "وما محمّد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل، افائن مات أو قتل انقلبتم علىٰ أعقابكم" سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی حیات مبارکہ کے لئے ایک مخصوص وقت ہے، اسی لئے مفسرین کرامؒ نے آیت کا مفہوم یہ لیا ہے کہ امت کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم جاری ونافذ ہو، آیت کا حاصل یہ ہے کہ امت مسلمہ کو گمراہی سے بچانے کے لئے یہ قرآنی منہج اور نصاب ضروری ہے، اور وہ عبارت ہے، تعلیم کتاب وسنت سے، یعنی جب تک قرآن اور سنت نبویہ کی تعلیمات گھر کے ہر فرد تک نہ پہنچیں اور جب تک کہ اس منہج اور نصاب کو جاری اور نافذ نہ کیا جائے تو امت مسلمہ کا ضلالت سے بچنا مشکل ہے۔

اشارۃً اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مدارس کے درسی مناہج اور نصاب میں تفسیر اور حدیث کی تعلیم کو اہمیت دینی چاہئے، مگر بدقسمتی سے ہم ان علوم کے ساتھ وہ سلوک نہیں کرتے جیسا کہ ان کا حق ہے، اور اگر ہم ترجمہ وتفسیر پڑھاتے بھی ہیں تو ابتدائی اور ناتجربہ کار استاذ کو تفسیر پڑھانے کے لئے منتخب کیا جاتا ہے اور ہمارے دینی مدارس کا ماحول کچھ ایسا ہوگیا ہے کہ جو استاذ فنون پڑھاتا ہے اس کی زیادہ وقعت ہوتی ہے، بہ نسبت اس استاذ کے جو ترجمہ وتفسیر پڑھاتا ہے، دوسری طرف جو پڑھانے والے حضرات ہیں وہ اپنی صرفی وہ نحوی معلومات کی تمرین وتطبیق کے درپے ہوتے ہیں، قرآنی وتفسیری نکات کی کچھ پروا نہیں کی جاتی۔

دوسری بات: اس منہج اور نصاب کو کامیاب بنانے کا طریقہ: یعنی تفسیر اور حدیث پڑھانے والے کس طرح اس تعلیم و تعلم سے صحیح استفادہ کرسکیں گے؟ اس کے متعلق قرآن کریم نے مراقبہ (شاگردوں کی نگرانی) کا نظام وضع کیا ہے کہ طلباء اور اساتذہ کے درمیان قربت اور موانست ہو نہ کہ بعُد اور نفرت! نیز درج ذیل آیت کریمہ سے اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ اساتذہ طلباء کی مستقل نگرانی کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام جن وانس کے معلم تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وساطت سے کتاب وسنت امت تک پہنچی ہیں، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا:

"واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم تريد زينة الحيوة الدنيا" ترجمہ:اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام، طالب ہیں، اس کی رضا کے اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگانی دنیا کی۔"

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو پابند کر دیں ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح وشام اور وہ اپنے رب ہی کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی آنکھ (توجہ) ان سے نہ ہٹے۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ اپنے اصحابؓ اور شاگردوں کے ساتھ رہیں اور پابندی اختیار کریں اور اس میں جو تکلیفیں اٹھانی پڑیں اس پر صبر کریں، یہاں تک کہ مبالغتاً ارشاد فرمایا کہ: "آپ کی آنکھیں ان سے نہ ہٹیں۔" مندرجہ بالا آیت میں اگرچہ مخاطب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن مطلوب ومقصد امت مسلمہ ہے، کیونکہ دنیا کی وجہ سے تعلیم ونگرانی سے غفلت برتنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے شرعاً وعقلاً ناممکن ہے کہ وہ دنیاوی ساز وسامان کی وجہ سے اپنے صحابہؓ سے بے توجہی فرماتے، اسی قسم کا مضمون ایک اور آیت مبارکہ میں بھی ہے:

﴿ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشى يريدون وجهه﴾ ترجمہ:اور مت دُور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام، چاہتے ہیں اس کی رضا۔"

یعنی آپ کے جو صحابہ شاگرد ہیں صبح وشام ذکر اللہ میں مصروف ہیں ان کو اپنے پاس سے نہ ہٹائیں یعنی ان کی نگرانی جاری رکھیں۔

تیسری بات: یہ کہ اس منہج اور نصاب کی غرض وغایت کیا ہے؟ اس کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ولكن كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون الكتاب وبما كنتم تدرسون﴾ ترجمہ: "لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے کہ تم آپ بھی پڑھتے اسے۔

اس آیت میں اساتذہ اور طلبہ یعنی پڑھانے والے اور پڑھنے والوں کو ارشاد فرمایا کہ تم ربانی بنو! یعنی اللہ والے بنو، اس لئے کہ تم خدا کی کتاب پڑھتے پڑھاتے ہو، اس میں نیت واخلاص کی طرف بھی اشارہ ہے کہ استاذ کا مقصد اللہ کی رضا ہو اور شاگرد کا مقصد بھی اللہ کی رضامندی ہو۔

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "ربانی" کی تفسیر کچھ یوں کی ہے: "(كونوا) حكماء، علماء، فقهاء"، یعنی تم حکیم، عالم اور فقیہ بنو۔ (۱) عالم اس لئے کہ: ﴿إنما يخشى الله من عباده العلماء﴾ (۲) حکیم اس لئے کہ ﴿ومن يوت الحكمة فقد أوتى خيرا كثيرا﴾ (۳) اور فقیہ اس لئے کہ ﴿فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين﴾ اور "ربانی" کا ایک ترجمہ امام بخاریؒ نے یوں نقل فرمایا ہے:

"یعنی ربانی وہ ہوتا ہے جو چھوٹے مسائل کو بڑے مسائل سے پہلے، جزئی مسائل کو کلی مسائل سے پہلے، آسان کو مشکل سے پہلے، اور آلی (تمہیدی) مسائل کو مقصدی مسائل سے پہلے بتائے۔"

☆......☆......☆